# از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 12 فروری 1965ء

## برندا بن نائک

## بنام

## الیکشن کمیشن آف انڈیا و دیگر

**[پی بی گجیندر گڈکر، چیف جسٹس، ایم ہدایت اللہ، رگھو بر دیال، ایس ایم سیکری اور وی راما سوامی، جسٹسز]**

**آئین ہند، آرٹیکل 192(1) اور (2)- موجودہ رکن کی نااہلی کے بارے میں کون سوال اٹھا سکتا ہے- کیا اسمبلی کے فلور پر سوال اٹھایا جانا چاہئے اور گورنر یا الیکشن کمیشن کے ذریعہ کی جانے والی جانچ اسپیکر کے ذریعہ گورنر کو بھیجنا ہے- جانچ گورنر یا الیکشن کمشن کرنا چاہئے۔**

درخواست گزار 1961 میں اڑیسہ قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب ہوا تھا۔ 1964 میں مدعا علیہ نمبر 2 نے گورنر سے شکایت کی کہ درخواست گزار کو آئین کے آرٹیکل 191(1)(e) اور عوامی نمائندگی ایکٹ (ایکٹ 43، سال 1951) کی دفعہ 7 کے مطابق ان کے انتخاب کے بعد نااہل قرار دیا گیا تھا۔ چیف سکریٹری اڑیسہ نے مذکورہ شکایت کو گورنر کی ہدایت پر مدعا علیہ نمبر ایک الیکشن کمیشن آف انڈیا کو بھیج دیا اور اس سے شکایت کی جانچ کرنے اور اپنی رائے دینے کی درخواست کی۔ اس کے مطابق مدعا علیہ نمبر 1 نے اپیل گزار کو نوٹس جاری کیا اور اس سے اپنا جواب جمع کرانے کو کہا۔ درخواست گزار نے مدعا علیہ نمبر 1 کے جانچ کے دائرہ اختیار کو چیلنج کیا اور ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی۔ اسے خارج کیے جانے پر انہوں نے خصوصی اجازت کے ذریعے اس عدالت میں اپیل کی۔

درخواست گزار کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا کہ آرٹیکل 192(1) کے تحت اس معاملے میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوا کیونکہ آرٹیکل 191(1)(e) کے تحت کسی رکن کی نااہلی سے متعلق سوال ایک عام شہری نہیں اٹھا سکتا۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ آرٹیکل 192 اور آرٹیکل 199 کی دفعات کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سوال صرف ایوان کے فلور پر اٹھایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد اسمبلی کے اسپیکر کے ذریعہ گورنر کو بھیجا جاسکتا ہے۔ یہ بھی دلیل دی گئی تھی کہ صرف وہی گورنر جانچ کر سکتا ہے جسے فیصلہ دینا تھا، اور الیکشن کمیشن کو صرف گورنر کی طرف سے بھیجے گئے مواد پر اپنی رائے دینی تھی۔

حکم ہوا کہ: (1) یہ دلیل کہ آرٹیکل 192(1) کے تحت کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تھا، قبول نہیں کیا جا سکتا۔ آرٹیکل 192 (1) کا تقاضا یہ ہے کہ ایک سوال پیدا ہونا چاہیے۔ یہ کیسے پیدا ہوتا ہے، کس کے ذریعہ اٹھایا جاتا ہے، کن حالات میں اٹھایا جاتا ہے، یہ اس شق کے اطلاق کے مقصد سے متعلق نہیں ہے۔[59 H]

آرٹیکل 192 (1) کے الفاظ کہ "سوال کو گورنر کے فیصلے کے لئے بھیجا جائے گا" صرف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مذکورہ شق میں زیر غور قسم کے کسی بھی سوال کا فیصلہ گورنر اور گورنر اکیلے کریں گے: عدالتوں سمیت کوئی اور اتھارٹی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اگر ارادہ یہ ہوتا کہ یہ سوال پہلے قانون ساز اسمبلی میں اٹھایا جائے اور اسپیکر کی جانب سے پہلی نظر میں جانچ پڑتال کے بعد اسے گورنر کے پاس بھیجا جائے تو آرٹیکل 192(1) کو بالکل مختلف انداز میں بیان کیا جاتا۔[59 B-C]

آرٹیکل 192 کا مقصد یہ ہے کہ آرٹیکل 191 (1) کے تحت نااہل قرار دیے جانے والے کسی بھی رکن کو رکن کی حیثیت سے برقرار رہنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔ خود آئین کے آرٹیکل 190 (3) میں ایسے رکن کی نشست کو خالی کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مزید برآں یہ رکن کے حلقے کے مفاد میں ہے کہ اب رکن کی حیثیت کا حقدار نہ ہونے کی وجہ سے اسے ہٹا دیا جائے۔ ان خدشات کے پیش نظر شہری

آرٹیکل 191 (1) کے تحت کسی رکن کی نااہلی کے بارے میں گورنر سے شکایت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔[59 E-G]

(ii) آرٹیکل 192 کے تحت فیصلے کے مقصد کے لئے جانچ الیکشن کمیشن کے ذریعہ ہونی چاہئے نہ کہ گورنر کے ذریعہ۔ جب گورنر آرٹیکل 192 (1) کے تحت اپنا فیصلہ سناتا ہے تو اسے اپنی کابینہ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ انہیں صرف اس سوال کو الیکشن کمیشن کی رائے کے لئے بھیجنا ہے، اور جیسے ہی رائے ملے گی، "وہ اس رائے کے مطابق کام کریں گے"۔ یہ الیکشن کمیشن کی رائے ہے جو قطعی طور پر فیصلہ کن ہے، اور یہ جائز ہے کہ کمیشن کو اپنی رائے دینے سے پہلے شکایت پر مقدمہ چلانا چاہئے۔[60 D-H]

[کمیشن آف جانچ ایکٹ، 1952 کے تحت الیکشن کمیشن کو کمیشن کے اختیارات تفویض کرنے کے لئے قانون سازی کی سفارش کی گئی ہے۔[62 B]

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبری 50، سال 1965.

دیوانی رٹ نمبری 8D، سال 1965 میں دہلی میں پنجاب ہائی کورٹ کی سرکٹ بنچ کے 6 جنوری 1965 کے حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے ایم سی سیتلواڑ، رویندر نارائن، جے بی دادا چنجی اور او سی ماتھر شامل ہیں۔

مدعا علیہ نمبر 1 کی طرف سے اٹارنی جنرل سی کے دپتری، سالیسٹر جنرل ایس وی گپتے، بی آر ایل آئنگر اور آر ایچ دھیبر شامل ہیں۔

جواب دہندہ نمبر 2 کی طرف سے سنتوش چٹر جی، بی پی، راتھو اور ایم ایل چھبر۔

عدالت کا فیصلہ گجیندر گڈکر، چیف جسٹس نے سنایا۔

گجیندر گڈکر، چیف جسٹس۔ خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل ہمارے فیصلے کے لیے جو بنیادی سوال اٹھاتی ہے وہ آئین کے آرٹیکل 192 کی تعمیر سے متعلق ہے۔ مذکورہ سوال اس طرح پیدا ہوتا ہے۔ درخواست گزار برنداابن نائک 1961 میں گنجم ضلع کے ہنجلی حلقہ سے اڑیسہ کی قانون ساز اسمبلی کے لئے منتخب ہوئے تھے، اور

مذکورہ ریاست میں وزراء کونسل کے وزراء میں سے ایک مقرر ہوئے تھے۔ 18 اگست، 1964 کو مدعاعلیہ نمبر 2، پی بسوال نے اڑیسہ کے گورنر کو درخواست دی کہ درخواست گزار کو آئین کے آرٹیکل 191 (1) (e)اور عوامی نمائندگی ایکٹ، 1951 (نمبر 43، سال 1951) کی دفعہ 7 کے تحت نااہل قرار دیا گیا تھا۔ اپنی درخواست میں مدعاعلیہ نمبر 2 نے اپنی اس دلیل کی حمایت میں کئی الزامات لگائے کہ اپیل کنندہ اڑیسہ قانون ساز اسمبلی کا رکن بننے کے لئے نااہل ہو گیا ہے۔ 10 ستمبر 1964 کو حکومت اڑیسہ کے چیف سکریٹری نے مذکورہ شکایت کو گورنر کی ہدایت پر الیکشن کمیشن آف انڈیا کے مدعاعلیہ نمبر 1 کو بھیج دیا۔

اس مراسلے میں چیف سیکرٹری نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 191(1) کے تحت ایک سوال پیدا ہوا ہے کہ آیا مذکورہ رکن مدعاعلیہ نمبر 2 کی جانب سے مبینہ نااہلی کا شکار ہے اور اس لیے انہوں نے گورنر کے نام پر مدعاعلیہ نمبر 1 سے درخواست کی ہے کہ وہ اس طرح کی جانچ کریں جو اسے مناسب لگے اور گورنر کو رابطے کے لیے اپنی رائے دیں تاکہ وہ اس سوال پر فیصلہ دے سکیں۔

17 نومبر 1964 کو مدعاعلیہ نمبر 1 نے درخواست گزار کو ایک نوٹس جاری کیا جس میں 4 نومبر 1964 کو مدعاعلیہ نمبر 2 سے موصول ہونے والے خط کی ایک کاپی اسے ارسال کی گئی۔ نوٹس میں درخواست گزار کو مطلع کیا گیا کہ مدعاعلیہ نمبر 1 نے گورنر کے ریفرنس پر اپنی رائے دینے سے پہلے اس معاملے میں پوچھ گچھ کرنے کی تجویز پیش کی اور اس لئے ان سے کہا کہ وہ 5 دسمبر 1964 کو یا اس سے پہلے اپنا جوابی حلف نامہ اور دستاویزات کے ساتھ جمع کرائیں۔ درخواست گزار کو یہ بھی بتایا گیا کہ فریقین کو 8 دسمبر 1964 کو صبح 30-10 بجے نئی دہلی میں مدعاعلیہ نمبر 1 کے دفتر میں ذاتی طور پر یا مجاز وکیل کے ذریعے سنا جائے گا۔

یکم دسمبر 1964 کو درخواست گزار نے مدعاعلیہ نمبر 1 کو ایک ٹیلی گرام بھیجا جس میں اس معاملے کی سماعت ملتوی کرنے کی درخواست کی گئی۔ اسی دن انہوں نے مدعاعلیہ نمبر 1 کو ایک رجسٹرڈ خط بھی بھیجا جس میں یہی درخواست کی گئی تھی۔ مدعاعلیہ نمبر 2

نے درخواست گزار کی جانب سے شکایت کی سماعت ملتوی کرنے کی درخواست پر اعتراض کیا۔ 8 دسمبر 1964ء کو مدعاعلیہ نمبر 1 نے اس معاملے پر غور کیا۔ مدعاعلیہ نمبر 2 ان کے وکیل مسٹر چٹر جی پیش ہوئے، لیکن اپیل کنندہ غیر حاضر تھا۔ مدعاعلیہ نمبر 1 نے یہ موقف اختیار کیا کہ آرٹیکل 192 (2) کے تحت جس نوعیت کی جانچ پڑتال کی جاسکتی ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے دیگر وعدے جو بھی ہوں، درخواست گزار کو مدعاعلیہ نمبر 2 کے الزامات کے جواب میں کم از کم اپنا بیان جمع کرانے کا انتظام کرنا چاہیے۔ چاہے انہیں اپنے بیان کی حمایت میں حلف نامہ اور / یا دستاویزات داخل کرنے کے لئے کچھ اور وقت کی ضرورت ہو۔ اس کے باوجود، مدعا علیہ نمبر 1 نے اپیل کنندہ کو 2 جنوری، 1965، صبح 30-10 بجے تک کا وقت دیا جب اس نے حکم دیا کہ اس معاملے کی شنوائی کی جائے گی۔

2 جنوری 1965 کو درخواست گزار اپنے وکیل مسٹر پٹنائک اور مدعاعلیہ نمبر 2 ان کے وکیل مسٹر چٹر جی کے ذریعہ پیش ہوئے۔ اس موقع پر مسٹر پٹنائک نے مدعاعلیہ نمبر ایک کے سامنے کارروائی کی قابل سماعت ہونے اور جانچ کرنے کی اس کی اہلیت کے بارے میں سوال اٹھایا۔ مسٹر چٹر جی نے مسٹر پٹنائک کی دلیل کو مسترد کر دیا۔ مدعا علیہ نمبر 1 نے مسٹر پٹنائک کی دلیل کو مسترد کر دیا اور اس نتیجے کو درج کیا کہ وہ آرٹیکل 192 (2) کے تحت جانچ کرنے کا اہل ہے۔ مسٹر پٹنائک نے اس کے بعد ملتوی کرنے کی درخواست کی اور یہ واضح کیا کہ وہ مدعاعلیہ نمبر 1 کے دائرہ اختیار میں پیش کیے بغیر التوا کی تحریک پیش کر رہے ہیں۔ مسٹر پٹنائک کے رویے کے پیش نظر مدعاعلیہ نمبر ایک نے موقف اختیار کیا کہ کارروائی ملتوی کرنا بے معنی ہوگا اور اس لئے اس نے مدعا علیہ نمبر 2 کے معاملے کی حمایت میں مسٹر چٹر جی کی بات سنی۔ مسٹر چٹر جی کو سننے کے بعد مدعاعلیہ نمبر ایک نے جانچ پر اپنا حکم محفوظ رکھ لیا اور نوٹ کیا کہ اس کی رائے جلد از جلد گورنر کو بتائی جائے گی۔

جب مدعاعلیہ نمبر 1 کے سامنے معاملہ اس مرحلے پر پہنچ گیا تو درخواست گزار نے آئین کے آرٹیکل 226 کے تحت پنجاب ہائی کورٹ کا رخ کیا اور استدعا کی کہ مدعاعلیہ

نمبر 1 جو جانچ کر رہا تھا اسے اس بنیاد پر منسوخ کیا جائے کہ وہ نااہل اور دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اس رٹ پٹیشن کو مذکورہ ہائی کورٹ نے 6 جنوری 1965 کو سرسری طور پر خارج کر دیا تھا۔ اس کے بعد درخواست گزار نے 8 جنوری 1965 کو خصوصی چھٹی کے لئے اس عدالت میں درخواست دی اور 14 جنوری 1965 کو انہیں خصوصی چھٹی دے دی گئی۔ اس کے بعد درخواست گزار نے مدعاعلیہ نمبر 1 کے سامنے مزید کارروائی روکنے کے لئے اس عدالت سے رجوع کیا، اور مذکورہ درخواست منظور کر لی گئی۔ جب درخواست گزار کو خصوصی چھٹی دی گئی تو اس عدالت نے حکم دیا تھا کہ ریکارڈ کی تیاری اور کیس کے بیانات داخل کرنے کا عمل ختم کیا جائے اور خصوصی اجازت کی درخواست کے ساتھ دائر پیپر بک پر اپیل کی سماعت کی جائے اور اسے تین ہفتوں کے اندر سماعت کے لیے پیش کیا جائے۔ اس طرح یہ معاملہ حتمی تصفیے کے لئے ہمارے سامنے آیا ہے۔

چونکہ پنجاب ہائی کورٹ نے درخواست گزار کی جانب سے دائر رٹ پٹیشن کو مسترد کر دیا تھا، اس لیے دونوں میں سے کسی کو بھی درخواست گزار کی جانب سے اپنی رٹ پٹیشن میں لگائے گئے الزامات پر اپنا جواب داخل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ یہی وجہ ہے کہ مدعاعلیہ نمبر 1 اور مدعاعلیہ نمبر 2 دونوں نے موجودہ اپیل میں جوابی حلف نامہ داخل کیا ہے جس میں وہ تمام متعلقہ حقائق بیان کیے ہیں جن پر وہ بھروسہ کرنا چاہتے ہیں۔ درخواست گزار نے جواب میں حلف نامہ داخل کیا ہے۔ ان تمام دستاویزات کو اس اپیل کی سماعت کے وقت ریکارڈ پر لیا گیا ہے۔ مدعاعلیہ نمبر 1 کے سکریٹری جناب پرکاش نارائن کے ذریعے دائر حلف نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مدعاعلیہ نمبر 1 کی جانب سے 17 نومبر 1964 کو جاری کیا گیا نوٹس اپیل کنندہ کو دیا گیا تھا تو مدعاعلیہ نمبر 2 کی جانب سے اڑیسہ کے گورنر کے سامنے دائر کی گئی اصل شکایت اور مدعاعلیہ نمبر 1 کو گورنر کی جانب سے دیا گیا ریفرنس اپیل کنندہ کو نہیں بھیجا گیا تھا۔ ہمارے سامنے سماعت کے دوران، اپیل کنندہ کی طرف سے اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاتا ہے کہ

مدعاعلیہ نمبر 2 نے اڑیسہ کے گورنر کے سامنے شکایت کی تھی اوراس کے بعد گورنر نے اس معاملے کو مدعاعلیہ نمبر 1 کو اپنی رائے کے لئے بھیج دیا تھا۔

آیئے پھر آرٹیکل 192 کا حوالہ دیتے ہیں جو موجودہ اپیل میں سمجھا جاتا ہے۔ اس مضمون کو پڑھنے سے پہلے، آرٹیکل 191 کا حوالہ دینا مناسب ہے. آرٹیکل 191(1) میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی یا قانون ساز کونسل کا رکن منتخب ہونے اور ہونے کی وجہ سے نااہل ہو جاتا ہے تو وہ پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے کسی قانون کے تحت یا اس کے تحت نااہل قرار دیا جائے گا۔ شق (a) تا (d) کے تحت چار دیگر نااہلیاں بھی ہیں جن سے ہمیں موجودہ اپیل میں کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ شق (e) کے ذریعہ مقرر کردہ نااہلی ہے جس پر مدعاعلیہ نمبر 2 گورنر کو کی گئی شکایت کی حمایت میں انحصار کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں، مدعاعلیہ نمبر 2 کا معاملہ یہ ہے کہ درخواست گزار نے ایکٹ کے آرٹیکل 191(1)(e) اور دفعہ 7 (d) کے تحت نااہلی کا سامنا کیا ہے، اور یہ نااہلی اس نے اپنے انتخاب کے بعد برداشت کی ہے۔ یہ بات اچھی طرح طے شدہ ہے کہ آرٹیکل 191(1) جس نااہلی کا حوالہ دیتا ہے وہ رکن کے انتخاب کے بعد ہونا چاہئے۔ یہ نتیجہ آرٹیکل 190(3)(a) کی دفعات سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس آرٹیکل سے مراد باقاعدہ طور پر منتخب ہونے والے ارکان کی طرف سے نشستوں کی چھٹی ہے۔ ذیلی دفعہ (3)(a) میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی ریاست کی مقننہ کے ایوان کا کوئی رکن آرٹیکل 191 کی شق (1) میں مذکور نااہلیوں میں سے کسی کے تابع ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی نشست خالی ہو جائے گی۔ اتفاق سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ارکان کی نااہلی سے متعلق متعلقہ دفعات آئین کے آرٹیکل 101، 102 اور 103 کے تحت متعین کی گئی ہیں۔ اس عدالت نے الیکشن کمیشن، انڈیا بمقابلہ ساکا وینکٹا سبارا اؤ اور یونین آف انڈیا مداخلتدار میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ آرٹیکل 190(3) اور 192(1) کا اطلاق صرف ان نااہلیوں پر ہوتا ہے جن کے لئے کوئی رکن منتخب ہونے کے بعد تابع بن جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مدعاعلیہ نمبر 2 نے گورنر کے سامنے اپنی شکایت

میں جو الزامات لگائے ہیں، وہ بادی النظر میں اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ 1961 میں اپیل کنندہ کے انتخاب کے بعد مدعاعلیہ نمبر 2 جس نااہلی پر منحصر ہے، پیدا ہوئی ہے۔

آرٹیکل 192 کی طرف پلٹتے ہوئے ہمیں موجودہ اپیل میں جس سوال کا فیصلہ کرنا ہے وہ یہ ہے کہ کیا مدعاعلیہ نمبر 1 آرٹیکل 192(2) کے مطابق گورنر کو اپنی رائے دینے سے پہلے تحقیقات کرنے کا حق رکھتا ہے۔ آیئے آرٹیکل 192 پڑھتے ہیں:

(1) اگر کوئی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کسی ریاست کی مقننہ کے ایوان کا کوئی رکن آرٹیکل 191 کی شق (1) میں بیان کردہ نااہلیوں میں سے کسی کے تابع ہو گیا ہے تو یہ سوال گورنر کے فیصلے کے لئے بھیجا جائے گا اور اس کا فیصلہ حتمی ہو گا۔

(2) ایسے کسی سوال پر کوئی فیصلہ دینے سے پہلے گورنر الیکشن کمیشن کی رائے حاصل کرے گا اور اس رائے کے مطابق عمل کرے گا۔"

اپیل کنندہ کے مسٹر سیتلواڈ کا کہنا ہے کہ موجودہ معاملے میں یہ سوال پیدا نہیں کیا جا سکتا کہ آیا اپیل کنندہ آرٹیکل 191 کی شق (1) میں بیان کردہ نااہلیوں میں سے کسی کے تابع ہو گیا ہے، کیونکہ اس کا معاملہ یہ ہے کہ ایسا سوال صرف قانون ساز اسمبلی کے فلور پر اٹھایا جا سکتا ہے اور اسمبلی کے ارکان کے ذریعہ اٹھایا جا سکتا ہے نہ کہ ایک عام شہری یا ووٹر کے ذریعہ۔ گورنر کو شکایت کی شکل میں مسٹر سیتلواڈ نے اس حقیقت سے اختلاف نہیں کیا کہ اپیل کنندہ نے نہ تو ہائی کورٹ کے سامنے اپنی رٹ پٹیشن میں اور نہ ہی اس عدالت کے سامنے خصوصی اجازت کے لئے اپنی درخواست میں یہ دلیل لی ہے۔ درحقیقت درخواست گزار کی جانب سے موجودہ کارروائی میں جو معاملہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ ان کی نااہلی کے بارے میں سوال اٹھایا جا سکتا ہے، لیکن یہ صرف گورنر ہی ہیں جو جانچ کر سکتے ہیں نہ کہ مدعاعلیہ نمبر 1۔ اس کے باوجود، ہم نے مسٹر سیتلواڈ کو یہ نکتہ اٹھانے کی اجازت دی ہے، کیوں کہ یہ خالصتاً قانون کا سوال ہے جو آرٹیکل 192(1) کی تعمیر پر منحصر ہے۔

اپنی دلیل کی تائید میں جناب سیتلواڈ اس حقیقت کا حوالہ دیتے ہیں کہ آرٹیکل 192 حصہ ششم کے باب سوم میں آتا ہے جو ریاست سے متعلق ہے۔ مقننہ اور انہوں نے ہماری توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرائی کہ آرٹیکل 199(3) کے تحت جو اس سوال سے متعلق ہے کہ کسی ریاست کی مقننہ میں پیش کیا گیا بل جس میں قانون ساز کونسل ہے وہ منی بل ہے یا نہیں، اس پر ایسی ریاست کی قانون ساز اسمبلی کے اسپیکر کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ جس طرح آرٹیکل 199(3) کے تحت زیر غور سوال صرف ایوان کے فلور پر اٹھایا جا سکتا ہے، اسی طرح قانون ساز اسمبلی کے کسی رکن کی نااہلی کا سوال ایوان کے فلور پر اٹھایا جا سکتا ہے اور کہیں اور نہیں اٹھایا جا سکتا۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ آرٹیکل 199(3) کے تحت زیر غور سوال کا فیصلہ اسپیکر کو کرنا ہوتا ہے اور ان کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے، لیکن آرٹیکل 192(1) کے تحت سوال کا فیصلہ کرنے کا اختیار اسپیکر کے پاس نہیں ہے، بلکہ گورنر کے پاس ہے۔ دوسرے لفظوں میں، آرٹیکل 192(1) جس سیاق وسباق میں آتا ہے، اسے مسٹر سیتلواڈ نے اپنی دلیل کی حمایت میں استعمال کیا ہے۔

مسٹر سیتلواڑ اس حقیقت پر بھی بھروسہ کرتے ہیں کہ آرٹیکل 192(1) میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی سوال اٹھتا ہے تو اسے گورنر کے فیصلے کے لئے بھیجا جائے گا اور مسٹر سیتلواڈ کہتے ہیں کہ اس شق سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی حوالہ دینے والا اتھارٹی ہونا چاہئے جو اس سوال کو گورنر کے فیصلے کے لئے حوالہ دے۔ ان کے مطابق، یہ حوالہ دینے والا اختیار، ضروری مضمرات کے مطابق، قانون ساز اسمبلی کا اسپیکر ہے۔ ایک اور دلیل ہے جو انہوں نے اس تعمیر کی حمایت میں ہمارے سامنے پیش کی ہے۔ آرٹیکل 192(2) کے تحت کہا گیا ہے کہ جب بھی کوئی سوال گورنر کے پاس بھیجا جائے تو وہ الیکشن کمیشن کی رائے حاصل کریں گے اور مسٹر سیتلواڑ تجویز کرتے ہیں کہ آئین کا مقصد یہ نہیں ہو سکتا کہ گورنر کو قانون ساز اسمبلی کے رکن کی مبینہ نااہلی کے بارے میں اٹھائے جانے والے ہر سوال کو الیکشن کمیشن کے پاس بھیجنا پڑے، حالانکہ ایسا سوال قطعی طور پر بے معنی یا ناقابل برداشت ہو سکتا ہے۔

ہم ان دلائل سے متاثر نہیں ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ آرٹیکل 192(1) کی پہلی شق کسی بھی حد کی اجازت نہیں دیتی ہے جیسا کہ مسٹر سیتلواڑ تجویز کرتے ہیں۔ مذکورہ شق کا تقاضا یہ ہے کہ ایک سوال پیدا ہونا چاہئے۔ یہ کیسے پیدا ہوتا ہے، کس کے ذریعہ اٹھایا جاتا ہے، کن حالات میں اٹھایا جاتا ہے،اس شق کے اطلاق کے مقصد سے متعلق نہیں ہیں. جو چیز متعلقہ ہے وہ یہ ہے کہ شق کے ذریعہ بیان کردہ قسم کا سوال اٹھنا چاہئے۔ لہٰذا آرٹیکل 192(1) کے پہلے حصے کی تعمیر میں مسٹر سیتلواڈ جو حد بندی متعارف کرانا چاہتے ہیں وہ مذکورہ شق میں استعمال ہونے والے الفاظ سے واضح طور پر مطابقت نہیں رکھتی۔

پھر جہاں تک ان الفاظ پر مبنی دلیل کا تعلق ہے کہ "سوال کو گورنر کے فیصلے کے لیے بھیجا جائے گا"، یہ الفاظ اس مفروضے کی نفی نہیں کرتے کہ کسی اور اتھارٹی کو شکایت وصول کرنی ہے اور شکایت کے بارے میں بادی النظر اور ابتدائی تحقیقات کے بعد اسے گورنر کے فیصلے کے لیے بھیجیں یا منسوب کریں۔ یہ الفاظ صرف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آرٹیکل 192 کی شق (1) کے تحت زیر غور قسم کے کسی بھی سوال کا فیصلہ گورنر اور گورنر اکیلے کریں گے۔ کوئی اور اتھارٹی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی مذکورہ سوال کا فیصلہ عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ یہ الفاظ کی اہمیت ہے کہ "گورنر کے فیصلے کے لئے حوالہ دیا جائے گا"۔ اگر ارادہ یہ ہوتا کہ سوال کو پہلے قانون ساز اسمبلی میں اٹھایا جائے اور اسپیکر کی جانب سے پہلی نظر میں جانچ کے بعد اسے گورنر کے پاس بھیجا جائے تو آرٹیکل 192(1) کو بالکل مختلف انداز میں بیان کیا جاتا۔ ہمیں نہیں لگتا کہ آرٹیکل 192(1) میں اس طرح کی سنگین حدود کو صرف مضمرات سے پڑھنے کا کوئی جواز ہے۔

یہ سچ ہے کہ آرٹیکل 192(2) کا تقاضا ہے کہ جب بھی قانون ساز اسمبلی کے کسی رکن کی نااہلی کے بارے میں کوئی سوال اٹھتا ہے تو اسے گورنر کی رائے کے لئے الیکشن کمیشن کو بھیجنا پڑتا ہے۔ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ کچھ معاملوں میں، گورنر کو کی جانے والی شکایتیں بے معنی یا حیرت انگیز ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر وہ ایسے کردار کے ہیں تو الیکشن

کمیشن کو اپنی رائے کا اظہار کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ انہیں فوری طور پر مسترد کر دینا چاہیے۔ آرٹیکل 192 کا مقصد واضح ہے۔ کوئی بھی شخص جس نے آرٹیکل 191 (1) کے تحت بیان کردہ نااہلیوں میں سے کسی کو بھی برداشت نہیں کیا ہے، ریاست کی قانون ساز اسمبلی کا رکن رہنے کا حقدار نہیں ہے، اور چونکہ اس کے بعد اس کی نااہلی کے نتیجے میں اپنی نشست خالی کرنے کی ذمہ داری خود آئین نے آرٹیکل 190 (3) (a) کے ذریعہ عائد کی ہے۔ یہ کہنے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہئے کہ کوئی بھی شہری گورنر کو شکایت کرنے کا حق رکھتا ہے کہ قانون ساز اسمبلی کے کسی بھی رکن نے آرٹیکل 191 (1) میں بیان کردہ نااہلیوں میں سے ایک کا نقصان اٹھایا ہے اور اس لئے اسے اپنی نشست خالی کرنی چاہئے۔ جمہوری انتخابات کا مقصد ان ارکان پر مشتمل قانون ساز ایوان تشکیل دینا ہوتا ہے جو اس حیثیت کے حقدار ہوں اور اگر کوئی رکن بعد میں نااہلی کی وجہ سے اس حیثیت سے محروم ہو جاتا ہے تو یہ حلقے کے مفاد میں ہے جس کی نمائندگی کرنے والا رکن اس معاملے کو گورنر کے علم میں لایا جائے اور آرٹیکل 192 (2) کی دفعات کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ لہٰذا ہمیں مسٹر سیتلواڑ کی اس دلیل کو مسترد کرنا چاہیے کہ موجودہ کارروائی میں آرٹیکل 192 (1) کے مطابق کوئی سوال پیدا نہیں ہوا ہے۔

اگلا نکتہ جو مسٹر سیتلواڑ نے اٹھایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آرٹیکل 192 (1) کے تحت کوئی سوال اٹھایا جاتا ہے تو بھی اس کی جانچ کرنا گورنر کا کام ہے نہ کہ الیکشن کمیشن کا۔ انہوں نے دلیل دی کہ آرٹیکل 192 (1) کے تحت سوال کو گورنر کے فیصلے کے لئے بھیجا جانا ضروری ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ ان کا فیصلہ حتمی ہوگا۔ قانون کی حکمرانی کا یہ معمول کا تقاضہ ہے کہ فیصلہ کرنے والے شخص کو جانچ کرنے کا اختیار دیا جائے جس سے وہ اپنے فیصلے تک پہنچ سکے، اور چونکہ گورنر سوال کا فیصلہ کرتا ہے، اس لیے اسے جانچ کرنی چاہیے نہ کہ الیکشن کمیشن کو۔ درحقیقت یہ مسٹر سیتلواڈ کا معاملہ ہے۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ آرٹیکل 192 (2) کے تحت گورنر کو الیکشن کمیشن کی رائے کے مطابق اپنا فیصلہ سنانا ہوگا۔ یہ گورنر پر عائد ایک آئینی ذمہ داری ہے۔ حالانکہ، ان کا کہنا

ہے کہ الیکشن کمیشن جسے رائے دینی ہوتی ہے، وہ جانچ کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن یہ گورنر ہی ہے جو جانچ کرے اور پھر اس طرح کی جانچ میں جمع کیے گئے تمام مواد کو الیکشن کمیشن کو بھیج دے تاکہ وہ اپنی رائے قائم کر سکے اور اسے گورنر تک پہنچا سکے۔

ہم مطمئن ہیں کہ یہ تنازعہ بھی اچھی طرح سے قائم نہیں ہے۔ آرٹیکل 192(1) اور (2) کی اسکیم بالکل واضح ہے۔ آرٹیکل 192(1) کے تحت اٹھائے گئے سوال پر فیصلہ کرنے میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن وہ فیصلہ الیکشن کمیشن کی رائے کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس شق کا مقصد واضح طور پر یہ ہے کہ اس معاملے کا فیصلہ الیکشن کمیشن پر چھوڑ دیا جائے، حالانکہ اس طرح کا فیصلہ باضابطہ طور پر گورنر کے نام پر سنایا جائے گا۔ جب گورنر آرٹیکل 192(1) کے تحت اپنا فیصلہ سناتا ہے تو اسے اپنی کابینہ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اس معاملے پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف اس سوال کو الیکشن کمیشن کی رائے کے لئے بھیجنا ہے، اور جیسے ہی رائے ملے گی، "وہ اس رائے کے مطابق کام کریں گے"۔

قانون ساز اسمبلی میں ارکان کے انتخاب کے خلاف کی جانے والی شکایات کے سلسلے میں، ایسی شکایات کا فیصلہ کرنے کا دائرہ کار ایکٹ کی متعلقہ دفعات کے تحت الیکشن ٹریبونل کے پاس چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی رکن کے انتخاب کے جواز کو چیلنج کرنے والے تمام الزامات پر الیکشن کمیشن کے ذریعہ تشکیل کردہ الیکشن ٹریبونل کے ذریعہ مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ اسی طرح قانونی طور پر منتخب ہونے والے اراکین کی جانب سے بعد میں کی جانے والی نااہلیوں سے متعلق تمام شکایات پر الیکشن کمیشن کے ذریعے مقدمہ چلایا جانا ہے، حالانکہ فارم میں فیصلہ گورنر کو سنانا ہوتا ہے۔

اگر آرٹیکل 192(1) اور (2) کی اس اسکیم کو ذہن میں رکھا جائے تو مسٹر سیتلواڈ کی اس دلیل کو مسترد کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی کہ جانچ گورنر کے ذریعہ ہونی چاہئے۔ یہ الیکشن کمیشن کی رائے ہے جو قطعی طور پر فیصلہ کن ہے اور یہ ماننا جائز ہے کہ جب گورنر کو شکایت موصول ہوتی ہے اور وہ اسے الیکشن کمیشن کو بھیجتے ہیں، تو الیکشن کمیشن کو اپنی رائے دینے سے پہلے شکایت پر مقدمہ چلانا چاہئے۔ لہٰذا ہم اس بات سے

مطمئن ہیں کہ مدعاعلیہ نمبر 1 نے اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے اس وقت کام کیا جب اس نے اپیل کنندہ کو نوٹس جاری کیا جس میں اس سے کہا گیا کہ وہ اپنا بیان داخل کرے اور اس کی حمایت میں اپنے ثبوت پیش کرے۔

مسٹر سیتلواڈ نے یہ دلیل دینے کی کوشش کی کہ مدعاعلیہ نمبر 1 کی جانب سے مدعاعلیہ نمبر 2 کی جانب سے گورنر کے سامنے کی گئی شکایت کی کاپی پیش کرنے میں ناکامی اور گورنر کی جانب سے مذکورہ شکایت کو مدعاعلیہ نمبر 1 کو بھیجنے کے حکم نامے کی وجہ سے مدعاعلیہ نمبر 1 کے سامنے کارروائی غیر قانونی ہوگئی۔ یہ دلیل واضح طور پر غلط ہے۔ جیسے ہی مدعاعلیہ نمبر 1 کو شکایت اور حوالہ کا حکم موصول ہوا جس کے بارے میں اڑیسہ حکومت کے چیف سکریٹری نے اس کو مطلع کیا تھا، اسے اس معاملے کا علم ہو گیا اور وہ واضح طور پر آرٹیکل 192 (2) کے تحت اپنے دائرہ اختیار میں کام کر رہا تھا جب اس نے اپیل کنندہ کو نوٹس جاری کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں، یہ نگرانی کے ذریعے تھا کہ دونوں دستاویزات کو نوٹس کے ساتھ اپیل کنندہ کو نہیں بھیجا گیا تھا، لیکن یہ کسی بھی طرح سے مدعاعلیہ نمبر 1 کے جانچ کرنے کے دائرہ اختیار کو متاثر نہیں کر سکتا ہے. در حقیقت، جیسا کہ مدعاعلیہ نمبر 2 نے اپنے حلف نامہ میں نشاندہی کی ہے، یہ حقیقت کہ گورنر کی جانب سے مدعاعلیہ نمبر 1 کو ایک حوالہ دیا گیا تھا، پوری ریاست میں جانا جاتا تھا، اور اپیل گزار کے لئے یہ کہنا بے معنی ہے کہ جب اسے مدعاعلیہ نمبر 1 سے نوٹس ملا تھا، تو اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے خلاف گورنر کو شکایت کی گئی تھی کہ اس کے انتخاب کے بعد، آئین کے آرٹیکل 191 (1)(e) اور ایکٹ کی دفعہ 7(d) کے مطابق انہیں نااہل قرار دیا گیا تھا۔ بہتر ہوتا اگر اپیل کنندہ نے موجودہ کارروائی میں اس طرح کی درخواست نہ اٹھائی ہوتی۔

اس سلسلے میں ہمیں یہ بتانا چاہیے کہ اب تک اس طرح کی شکایتوں کے سلسلے میں اپنائے جانے والے طریقہ کار نے مستقل طور پر تسلیم کیا ہے کہ آرٹیکل 192 (2) اور آرٹیکل 103 (2) دونوں کے تحت جانچ الیکشن کمیشن کو کرنی ہے۔ در حقیقت مدعا علیہ نمبر 1 کے فاضل اٹارنی جنرل نے ہمارے سامنے کہا کہ اگرچہ کئی مواقع پر الیکشن

کمیشن نے آرٹیکل 103(2) کے تحت صدر جمہوریہ یا آرٹیکل 192(2) کے تحت گورنر کو اپنی رائے سے آگاہ کرنے سے پہلے پوچھ گچھ کی ہے، لیکن کسی نے بھی یہ دلیل اٹھانے کے بارے میں نہیں سوچا کہ جانچ بالترتیب آرٹیکل 103 (1) اور آرٹیکل 192(1) کے تحت صدر یا گورنر کے ذریعہ ہونی چاہئے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اس طرح کی درخواست لینے میں اپیل کنندہ کا بنیادی مقصد مدعا علیہ نمبر 1 کے سامنے کارروائی کو طول دینا تھا۔ پہلی مثال میں، اپیل کنندہ نے طویل التوا کی درخواست کی اور جب مدعا علیہ نمبر 1 نے اس درخواست کو مسترد کر دیا، تو اس نے مدعا علیہ نمبر 2 کی طرف سے اپیل کنندہ کے خلاف کی گئی شکایت پر گورنر کے جلد فیصلے سے بچنے کے مقصد سے موجودہ کارروائی کو اپنایا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس تجویز میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اس اپیل سے الگ ہونے سے پہلے ہم ایک اور نکتے کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ فاضل اٹارنی جنرل نے ہماری توجہ چیف الیکشن کمشنر کے مشاہدات کی طرف مبذول کرائی جب انہوں نے 30 مئی 1964 کو اڑیسہ کی مبینہ قانون ساز اسمبلی کے رکن جناب بیرین مترا کی نااہلی کے سلسلے میں آرٹیکل 192 (2) کے تحت اسی طرح کے ایک سوال پر گورنر کو اپنی رائے دی تھی۔ چیف الیکشن کمشنر نے کہا کہ متعلقہ حقائق متنازعہ ہیں اور مناسب جانچ کے بعد ہی اس کا پتہ لگایا جا سکتا ہے، کمیشن خود کو ایسے حلف ناموں اور دستاویزات کی بنیاد پر فیصلہ کن رائے دینے کی غیر تسلی بخش حالت میں پاتا ہے جو دلچسپی رکھنے والے فریقوں کے ذریعہ اس کے سامنے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ الیکشن کمیشن کو کمیشن آف جانچ ایکٹ 1952 کے تحت کمیشن کے اختیارات تفویض کیے جائیں، جیسے گواہوں کو طلب کرنے اور حلف پر ان سے پوچھ گچھ کرنے کا اختیار، دستاویزات پیش کرنے پر مجبور کرنے کا اختیار، اور گواہوں سے پوچھ گچھ کے لئے کمیشن جاری کرنے کا اختیار۔ ہم پارلیمنٹ کی توجہ ان مشاہدات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں، کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ الیکشن کمیشن کو آرٹیکل 103(2) یا آرٹیکل 192 (2) کے تحت اپنی رائے پیش کرنے میں جو دشواری پیش آئی ہے وہ حقیقی معلوم ہوتی

ہے،اوراس لیے پارلیمنٹ اس بات پر غور کر سکتی ہے کہ کیا چیف الیکشن کمشنر کی تجویز کو قبول نہیں کیا جانا چاہیے اوراس سلسلے میں مناسب قانون سازی کی جانی چاہیے۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ موجودہ کارروائی نے مدعاعلیہ نمبر 1 کے سامنے جانچ کو غیر ضروری طور پر طول دیا ہے۔، ہم تجویز کرتے ہیں کہ مدعاعلیہ نمبر 1 کو اس معاملے پر غور کرنا چاہئے اور جتنی جلدی ممکن ہو اپنی رائے گورنر کو بھیجنی چاہئے۔ اس بات کی نشاندہی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اپیل کنندہ کے خلاف لگائے گئے الزامات درست پائے جاتے ہیں، اور مدعاعلیہ نمبر 1 کی رائے مدعاعلیہ نمبر 2 کے ذریعہ طے کردہ کیس کے حق میں ہے، تو آرٹیکل 190(3) کے ذریعہ مقرر کردہ آئینی شق کی وجہ سے پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مذکورہ دفعہ کے پیش نظر یہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ آرٹیکل 192(1) کے تحت کی گئی شکایات کو جلد از جلد نمٹا یا جائے۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.03.29 15.58
I attest to the accuracy and integrity of this document